

توضیح

روایات

در بیان

ترک دنیا

از

فاضل العصر اسعد العلماء حضرت ابو سعید سید محمود صاحب تشریف الہیؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

توضیح روایات در بیان ترک دنیا:- مہدویہ کے پاس ترک دنیا کا جو مفہوم ہے اس سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ عام طور پر لوگ یہود و نصاریٰ وغیرہ کی رہبانیت کے تذکرہ میں "رہبانیت" کا ترجمہ "ترک دنیا" کرتے ہیں جس کی وجہ بادی النظر میں مہدویہ کی اصطلاح "ترک دنیا" پر رہبانیت کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ ترجمہ ہی غلط اور اصول اسلام کے مغاثر ہے۔ کیونکہ اسلام میں رہبانیت کی نفی کی گئی ہے اور ترک دنیا کا حکم دیا گیا ہے۔

لفظ دنیا کا استعمال آخرت کے مقابل ہوتا ہے یا دین کے مقابل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی ایسے استعمال کی نظیریں موجود ہیں۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتِ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ ﴿22﴾ (سورۃ آل عمران - 22)

ترجمہ:- یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں حبط ہو گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَعَرَاهُمْ اٰلِیُوۡةَ الدُّنْيَا۔ اٰلِیٰ (سورۃ الانعام - 70)

ترجمہ:- ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب سمجھا اور ان کو حیات دنیا نے مغرور کر دیا۔

پہلی آیت میں لفظ "دنیا" "آخرت" کے مقابلہ میں اور دوسری آیت میں "دین" کے مقابلہ میں آیا ہے جب "دنیا و آخرت" کہتے ہیں تو دنیا سے زمانہ قبل موت مراد ہوتی ہے۔ اور جب "دین و دنیا" کہا جاتا ہے تو دنیا سے مراد وہ تمام امور ہوتے ہیں جن کو دین سے تعلق نہ ہو گیا تمام ممنوعات دین کو دنیا کہا جاتا ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے "ترک دنیا" کے معنی "ترک ممنوعات دین" ہوئے اور یہی عین دین و عین اسلام ہے۔

بہت ساری آیات و احادیث سے صراحتہ دنیا کی مذمت ثابت ہے اور مومن کو اس سے بچنے کا حکم دیا گیا اور خلاف ورزی کی سزا دوزخ قرار دی گئی ہے۔ اس لئے ہر مومن و مسلم پر لازم ہے کہ خدا و رسول نے جس کی مذمت اس شدت سے کی ہو اُس سے احتراز کرے بلکہ احادیث میں "ترک دنیا" کے لفظ اور اُس کی فضیلت بھی پائی جاتی ہے۔ ہم چند احادیث تمثیلاً یہاں درج کرتے ہیں۔

(1) ترک الدنیا لا ھلھا (کنز العمال)

ترجمہ:- تم دنیا کو اہل دنیا ہی کے لئے چھوڑ دو۔

(2) ترک دنیا امر من ابصر واشد من حطم السيوف في سبيل الل ولا يترکھا احد الا اعطاء اللّ مثل ما يعطى الشهداء (کنزل العمال)

ترجمہ:- "ترک دنیا" ایلوئے سے زیادہ تلخ ہے اور خدا کی راہ میں تلوار چلانے سے زیادہ سخت ہے اور "ترک دنیا" وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ توفیق عطا فرمائے جیسا کہ شہداء کو عطا فرمایا ہے۔

(3) من عرضت له الدنيا والآخرة فاخذ الآخرة وترك الدنيا فله الجنة وان اخذ الدنيا وترك الآخرة فله النار (کنزل العمال)

ترجمہ:- جس کے سامنے دنیا و آخرت دونوں پیش ہوں اور اس نے آخرت کو اختیار کیا اور دنیا چھوڑ دی اس کے لئے جنت ہے۔ اور جس نے آخرت چھوڑ دی اور دنیا کو اختیار کیا اُس کے لئے دوزخ ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ "ترک دنیا" کا اسلام میں بہت بلند مقام ہے۔ اس لئے جو لوگ "رہبانیتہ" کا ترجمہ "ترک دنیا" کرتے ہیں تعلیمات اسلام سے نا واقف رہنے کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ **لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ**۔ "رہبانیتہ" اور "ترک دنیا" کا بین فرق یہ ہے کہ رہبانیتہ میں فطری قوتوں کو معطل و ناکارہ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے خصی ہو جانا یا کسی عضو کو بے حس بنا دینا وغیرہ۔ اس کے برخلاف قوائے فطریہ کو جائز طریقوں سے استعمال کرنا۔ دین و آخرت کو ترجیح دینا، عبادت و ریاضت اور دین کی خدمت میں مشغول و منہمک رہنا اصطلاح اسلام میں رہبانیتہ نہیں بلکہ زہد کہا جاتا ہے۔ چنانچہ زہد کی تعریف امام غزالی نے یہ بیان کی ہے:-

الزهد عبادة عن رغبة عن الدنيا والآخرة او عن غير الله عدو لا اله الا الله وهي الدرجة العليا (احياء العلوم)

ترجمہ:- آخرت کی طرف مائل ہو کر دنیا سے روگرداں ہونا زہد ہے یا غیر اللہ سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا زہد ہے اور یہ زہد کا بہت بلند درجہ ہے۔

زہد کے متعلق بہت فضائل احادیث میں بھی وارد ہیں:-

اذا اراد الله بعبد خيرا زهده في الدنيا ورغبته في الآخرة (احياء العلوم)

ترجمہ:- جب اللہ کسی بندہ کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کو زہد فی دنیا اور رغبت الی الآخرة کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

افضل الناس مومن متلزهده (احياء العلوم)

ترجمہ:- مومن زہد سب لوگوں میں افضل ہے۔

ترک دنیا

اس سے ظاہر ہے کہ "زہد فی الدنیا" عین اسلام ہے۔ اور یہ مومن کا بلند مرتبہ ہے۔ اولیائے کرام و صالحین عظام اسی مرتبہ پر فائز رہے ہیں۔ اور اہل علم تسلیم کریں گے کہ "زہد فی الدنیا" اور "ترک دنیا" بالکل ہم معنی ہیں اس لئے ترک دنیا کو رہبانیتہ کہنا یا تعلیم اسلام کے مغائر قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

اس لئے محققین صوفیہ کے مسلک میں زہد فی الدنیا و ترک دنیا کو فرض و لازم گردانا گیا ہے۔ اولیاء اللہ کی تالیفات و کتب سیر میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ اور اسی لئے "ترک دنیا" اور اس کے مفہومات، اکابر علمائے ظاہر میں بھی متعارف رہے ہیں۔ البتہ ان کے پاس مستحب کی حیثیت دی گئی ہے۔ اس کا اصل سبب وہی ہے جو ہم آگے بیان کر چکے ہیں کہ ائمہ مجتہدین صرف عبادات و معاملات کے مسائل کی کاوشوں میں منہمک رہے۔ عشق و محبت الہی کے لوازم سے تعلق رکھنے والے مسائل میں انھوں نے مویشگافی نہیں کی۔ حالانکہ ان ہی کے مسلمہ اصول کے لحاظ سے جس امر کی سزا دوزخ قرار دی گئی ہو اس کا ترک کرنا فرض ہے۔ قرآن مجید کی صاف و صریح آیت ہے کہ:-

مَنْ كَانَ يُرِيدِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَرَبِّنْتَهَا نُوفِ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿15﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَ لَاطِلُ لَبَّاسًا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿16﴾ (سورة هود- 15-16)

ترجمہ:- جو کوئی حیات دنیا و زینت دنیا کا مرید ہو ہم ان لوگوں کے اعمال دنیا ہی میں پورے کر دیتے ہیں اور وہ دنیا میں گھائے میں نہیں رہتے یہ سب ویسے لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش دوزخ کے سوائے کچھ نہیں اور انھوں نے جو کچھ (نیکیاں) اس دنیا میں کی ہیں وہ سب حبط ہو جائیں گی۔ اور جو اچھے کام کرتے ہیں باطل ہیں۔

اس آیت میں "مَنْ" کا لفظ عام ہے جس میں ہر مرید دنیا داخل ہے خواہ مومن ہو یا کافر۔ اور ایک آیت ہے:-

فَأَمَّا مَنْ ظَلَعِي ﴿37﴾ وَاتْرَأ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿38﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى ﴿39﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿40﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى ﴿41﴾ (سورة الزلزلة- 37-41)

ترجمہ:- لیکن جو شخص حد سے گزر گیا اور حیات دنیا کے پیچھے ہو گیا تو بے شک اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور جو شخص اپنے رب کے (عتاب) کے موقع پر ڈرا اور اپنے نفس کو (فاسد) خواہش سے روکا تو بے شک اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

دنیا کی مذمت میں اور بہت آیات ہیں مذکورہ آیات سے دوزخ کی سزا کا حکم صاف ظاہر ہے اس لئے اس کا ترک فرض ہوگا۔ حضرت امامنا علیہ السلام کا عام دعویٰ بصیرت پر ہے۔ تقرب خدا و کمالات روحانی کی تعلیم آپ کی بعثت کا مقصد ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ اس فرضیت کا علم عطا فرمایا۔ اور جس کی حجت میں آیات قرآنی بھی موجود ہیں۔ ترک دنیا اور توکل کے

ترک دنیا

مسائل اپنی اپنی جن خصوصیات کے حامل ہیں ان کو سمجھنا اور استدلال و تفہیم میں ان کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ اصول مہدویہ کے معترضین ایسی غلطی کی وجہ لغزش کھا جاتے ہیں۔ کیونکہ ترک دنیا کا تعلق حیات دنیا و متاع حیات دنیا سے ہے اور توکل کا تعلق اسباب تدبیر پر نظر نہ رکھنے سے ہے جس کی توضیح توکل کے بیان میں آئے گی۔ امامنا علیہ السلام نے "حیات دنیا" و "متاع حیات دنیا" کی یہ توضیح فرمائی کہ:-

وجود حیات دنیا کفر است یعنی زیستن بجان کہ آں را ہستی و خودی گویند ہر چیزے را کہ در کتاب اللہ متاع حیات دنیا نام کردہ اند چوں حب زنان و فرزندان و اموال و حیوانات و زراعت و تجارت و عمارات و ملبوسات و ماکولات و جز آں ہر کہ ایں اشیاء را مرید و محب باشد و بدیں مشغول گردد او کافر است۔ (نقلیات میاں عبدالرشید روایت 56 و انصاف نامہ باب 5)

ترجمہ:- حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ وجود حیات دنیا کفر ہے یعنی جان سے جینا کہ جسے ہستی و خودی کہتے ہیں۔ اور وہ امور جن کو کتاب اللہ میں متاع دنیا کہا گیا ہے۔ عورتوں اور بچوں کی محبت اور اموال و حیوانات و تجارت و زراعت و عمارات و ملبوسات و ماکولات وغیرہ کا جو شخص عاشق و مرید ہو گا اور اس میں منہمک و مشغول رہے گا وہ کافر ہے۔

امامنا علیہ السلام نے حیات دنیا سے مراد "ہستی و خودی" اور "متاع حیات دنیا" سے مراد اموال و زنان و فرزندان وغیرہ کی محبت بیان فرمائی ہے۔ ہم یہاں متاع دنیا کی توضیح کریں گا۔ اس کے بعد "حیات دنیا" کی بحث کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْخَرْثِ ط ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَبَاقِ ○

(سورة آل عمران-14)

ترجمہ:- زینت دیئے گئے ہیں لوگ خواہشات کی محبت سے عورتوں اور بچوں سے متعلق اور سونے و چاندی کے جمع کردہ خزانوں اور نشان زدہ گھوڑوں اور چوپایوں اور کھیتوں سے متعلق یہ سب متاع حیات دنیا ہے اور اللہ تعالیٰ (جو معبود برحق ہے) سب نیکیاں اسی کی طرف پھیری جانے والی ہیں۔

اس آیت میں متاع حیات دنیا کا صاف بیان موجود ہے اور امامنا علیہ السلام نے بھی "متاع حیات دنیا" کی محبت ترک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس میں اتنا اشتغال کہ خدا سے غفلت ہو جائے ناجائز قرار دیا ہے۔ اور یہ اس حکم قرآنی کے ٹھیک مطابق ہے جو اللہ تعالیٰ فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَهْلِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ○ (سورة الممتحنون-9)

ترجمہ:- اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں خدا کے ذکر سے غافل نہ کریں اور جو ایسا کریں گے وہ سب خاسرین ہیں۔

ترک دنیا

اس سے معلوم ہوا کہ خدا سے غافل ہو کر اموال اور زن و فرزند وغیرہ متاعِ حیاتِ دنیا میں منہمک و مشغول ہو جانا منع ہے۔ صاحبِ زن و فرزند ہونا منع نہیں ہے۔

حضرت میراں علیہ السلام راعرض کردند کہ زن و فرزند ان مرا تفرقه می دهند اگر رضائے خود کار باشد ایشان را علحدہ کنم۔
میراں علیہ السلام فرمودند ایشان را دست گرفته در بہشت بروید از خود علحدہ نہ کنید خدائے تعالیٰ شما را اجر بسیار می دہی بواسطہ ایشان صبر کنید این کارِ بزرگ است (نقلیات میاں سید عالم)

ترجمہ:- حضرت مہدی علیہ السلام سے ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ بیوی بچے مجھ میں تفریقہ پیدا کر رہے ہیں اگر اجازت ہو تو ان کو الگ کر دیتا ہوں۔ اما من علیہ السلام نے فرمایا "ان کا ہاتھ تھامے ہوئے جنت میں لے جاؤ اور ان کو اپنے سے علحدہ مت کرو۔ خدائے تعالیٰ تم کو بہت اجر دے گا۔ ان کے بارے میں صبر اختیار کرو یہ بہت بڑا کام ہے۔

اسی لئے آپؐ کی تعلیمات پر جو کہ آیاتِ قرآنی سے مطابقت رکھتی ہیں، "رہبانیتہ" کاشبہ بھی نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ رہبانیتہ میں مناکحت وغیرہ طبعی خواہشوں کو ترک کیا جاتا ہے اور ان تعلیمات کا مقصد طبعی وارداتی خواہشوں کو فی سبیل اللہ محصور کر دینا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-
لَلَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَكْسِبُهُمُ الْبَاطِلُ أَعْيَاءً مِنَ التَّعَفُّفِ تَعَرَّفَهُمْ بِسَبِيلِهِمْ لَئِنْ لَسْتُمْ عَلَى النَّاسِ بِالْحَنَافِ (سورة البقرة- 273)

ترجمہ:- ان فقراء کے لئے ہے جو اللہ کے راستے میں محصور ہیں۔ زمین (دنیا) میں (کمانے کے لئے) چل پھر نہیں سکتے ہیں۔ ان کے سوال نہ کرنے کے سبب نادان، ان کو غنی سمجھتا ہے۔ تو ان کو ان کی نشانیوں سے پہچان لے گا۔ وہ فقراء کسی سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔
یہ آیت صحابہ صفہؓ کی شان میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگ معذور و مریض تھے ممکن ہے ان میں چند معذور ہوں لیکن پوری جماعت معذوروں کی نہیں تھی کیونکہ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ:-

وكانوا تخرجون في كل سرية بعثها رسول الله صلى الله عليه وسلم (تفسیر کبیر کشف معالم وغیرہ)

ترجمہ:- ہر سریرہ میں شریک رہتے تھے۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجتے تھے۔

اگر یہ معذور ہوتے تو "سریہ" و "جہاد" میں شریک ہونے کے قابل نہ رہتے۔ "أَحْسَنُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ" سے مراد اپنی قوتوں اور اپنے ارادوں و افعال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند کر لینا اور "لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ" سے یہ مراد ہے کہ وہ جماعت کسب و تجارت وغیرہ معاملاتِ معاش سے بے تعلق تھی۔ "ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ" کے معنی چلنے پھرنے کمانے کمانے کے ہیں۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ:-

لان اشتغالهم بصلاح الدين وباصرا الجهاد نمنعهم من الاشتغال بالكسب والتجارة-

ترجمہ:- صلاح دین و امر جہاد میں مشغول رہنے کی وجہ کسب و تجارت سے باز رہتے تھے۔

اور ایک جگہ لکھتے ہیں:-

هؤلاء قوم كانوا مشغولين بذكر الله وطاعته وعبوديته وكانت شدة استغراقهم في تلك اطاعة احصرتهم عن الاشتغال بسائر المهمات-

ترجمہ:- وہ سب اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت و عبودیت میں اتنی شدت سے مستغرق تھے کہ وہ لوگ (کمانے کجانے کے) تمام معاملات سے (بے تعلق ہو کر) اس اطاعت میں محصور ہو گئے تھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ تبلیغ دین اور وصال الی المطلوب کے لئے "متاع حیات دنیا" کی محبت ترک کرنا لازم ہے۔ یہی وجہ ہے دعویٰ نبوت و رسالت کے بعد کے طویل عرصہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کسب و تجارت میں مشغول ہونے کی سند کوئی نہیں بتلا سکتا۔ آپ نے دین کی خدمت اور عبادت و ریاضت کے لئے اپنے کو وقف فرمایا تھا۔ دن رات اسی مصروفیت میں گزرتے تھے۔ اہل بیت کے فقر و فاقہ کی روایات کتب احادیث و سیر میں بکثرت موجود ہیں۔ اگر وہ چاہتے تو کس قدر سہولیں ان کو حاصل نہ ہو سکتیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فقر اختیاری تھا۔ پس اصحاب صفہؓ و اولیائے کرامؓ کا مسلک بھی یہی رہا ہے۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ مومن کے لئے کسب کی اجازت ہی نہ تھی یا یہ کہ کسب ناجائز ہے۔ آیات و احادیث میں مومن کے لئے

کسب حلال کی اجازت ہے اور خود امامنا علیہ السلام نے بھی بلا لحاظ مدارج قطعاً

ناجائز یا حرام نہیں قرار دیا ہے۔ چنانچہ روایت (18) ملاحظہ ہو کہ ایک عالم کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ:-

"مومن را کسب حلال است مومن باید شد در قرآن مجید تا مل باید کرد کہ مومن کرامی گویند"

ترجمہ:- مومن کے لئے کسب حلال ہے مومن بننا چاہئے اور قرآن مجید میں غور تو کرو کہ مومن کس کو کہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ابتدائے بعثت امامنا علیہ السلام سے آج تک جماعت مہدویہ میں فقراء و کاسبین کے دو طبقے پائے جاتے ہیں۔ البتہ ان میں درجات سلوک کا فرق ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں جتنی زیادتی ہوتی جائے گی اتنا ہی دنیا سے بے تعلق بڑھتی جائے گی۔ یہاں تک کہ احکام فرائض و ولایت سب پر فرض ہیں۔

حاصل یہ کہ آیت مذکورہ میں اصحابِ صفہؓ کی ایک خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ کسب و تجارت میں مشغول نہ ہو سکتے تھے۔ "یکسبجم الجاہل اشغیاء من التعفف" سے مراد ہے کہ "حالتِ فقر" کے باوجود غنا کی صفت سے متصف تھے۔ اُن کا استغناء بھی پایا کا تھا کہ نادان لوگ اُن کو "غنی" سمجھتے تھے "تعفف" کے معنی سوال سے بچنے کے ہیں۔ غیر اللہ کے سامنے اپنے فقر و احتیاج کو بحیثیتِ سوال و استد ظاہر نہ کرنا اُن کی خصوصیت تھی۔

خلفائے راشدین وغیرہ جو "امیر المؤمنین" کے درجہ پر فائز رہے ہیں اُن کی امارت کا حال بھی دیکھئے کیا تھا۔

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند☆☆☆ در شہنشاہی فقیری کردہ اند

در امارت "فقر" را افزوده اند☆☆☆ مثل سلماں در مداین بودہ اند

حکمرانی بود و دسامانے نداشت☆☆☆ دست او جز تیغ و قرآنے نداشت

(اقبال)

غرض حضرت امامنا علیہ السلام نے بھی "سوال کو حرام" قرار دیا ہے جو فقراء کی خصوصیت "تعفف" کے عین مطابق ہے۔ آپ نے فرمایا "ہرچہ خواہی از خدا خواہ" یعنی جو کچھ مانگنا ہو خدا سے مانگو۔ دستِ سوال دراز کرنا تو کجا؟ حالتِ سوال سے بھی آپ کے فقراء احتیاط کرتے تھے۔ "روایات در بیان توکل" اور روایات در بیان احکام دائرہ میں اس کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ یہ تو فقرِ اختیاری کی گفتگو ہے لیکن حالتِ اضطرار میں جب کہ "حرام" کو حلال قرار دیا جاتا ہے اس وقت بھی امامنا علیہ السلام نے اتباعِ احکام و احصائی سبیل اللہ کی حفاظت کے لئے شعور کو بیدار رکھنے کی سعی فرمائی ہے۔ اس طرح کہ ایسی صورت میں کچھ کسب کر لے۔"

داراوسکند سے وہ مرد فقیر اولی☆☆☆ ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی 1

(اقبال)

روایت ہے کہ مہاجرینؓ کی مجلس میں میراں سید محمد مہدی علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی (فقیر) خدائے

تعالیٰ پر توکل نہ کر سکے اور ہلاک ہونے کی نوبت آئے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ "جانے اور ایک یا دو چیتیل (ٹکے)

کسب کر کے کھائے۔۔۔ الخ (انصاف نامہ باب 5)

ترک دنیا

پھر آپ نے فرمایا کہ "اگر ایک چیتل کسب کرے گا تو (کہیں) دوسرے روز دو چیتل کسب کرنا چاہے گا۔ ہشیار رہے اور حرص نہ کرے اور زیادہ طلب نہ کرے تو خدائے تعالیٰ نہیں پوچھے گا۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ نے رخصت دی ہے کہ "جو شخص مضطر ہو اور خلاف ورزی کرنے والا نہیں ہے اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (جز: 2 رکوع 5) (انصاف نامہ باب 5) اس کی تفصیل توکل کے بیان میں آئے گی۔

"تعرّفہم بسیماہم" سے مراد ہے کہ تم ان کی پیشانیوں کی نورانی علامات سے ان کو پہچان سکتے ہو گڑ گڑاتے

ہوئے سوال کرنے والوں کا "فقراء" کی اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ "لا یسألون الناس الحیافا" بظاہر علامات یہی ہیں کہ ان کی عبادت و ریاضت، رشد و ہدایت، بود و باش۔ وضع و لباس میں احکام خدا و خاتمین کی تقلید پائی جاتی ہو فی الحقیقت فقیر کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نور یقین جلوہ گر ہو جائے اور اس حیثیت سے کسی فقیر کو پہچانا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اسی لئے امام محی الدین ابن عربیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

اتھم عرفاء فقراء اهل الله لا يعرفهم الا الله ومن هو منضم (تفسیر محی الدین ابن عربی نصف اول صفحہ 97)

ترجمہ:- وہ سب عارفین فقراء اہل اللہ ہیں۔ ان کو اللہ ہی جانتا ہے اور وہ بھی جان سکتا ہے جو انہی فقراء میں سے ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینے کے قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَاللّٰهُ مَعْنٰی وَاَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ" میں فقراء کا لفظ عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونے کی حیثیت سے ہر فرد و بشر اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ لیکن "لِلْفُقَرَاءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ الرِّح" میں فقراء کا جو لفظ ہے وہ خاص ہے اس لئے محض محتاج ہونے کے معنوں میں ہر فرد و بشر فقراء کی اس جماعت میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

اس مختصر توضیح سے ظاہر ہے کہ امامنا علیہ السلام نے "ترک متاع حیات دنیا" کی جو تعلیم دی وہ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ روایت (69) میں صاف و صریح بیان موجود ہے کہ۔ "حضرت مہدی علیہ السلام ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی ذات خدائے تعالیٰ کے حوالے کر دو۔ نہ کسی شخص کے ساتھ مشغول رہو نہ کسی چیز کی خواہش رکھو۔ بجز خدائے تعالیٰ کی ذات کے۔ مخلوق سے ذرا بھی احتیاج نہ رکھو۔ اصحاب صفہؓ جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مشہور جماعت تھی انہیں صفات سے متصف تھی۔ (اس روایت میں آگے چل کر یہ آیت بھی بیان کی گئی ہے کہ :-

مَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :- وَمَنْ اَحْسَنَ دِيْنَا مِمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِدَوْلِهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاَتَّبَعَ مَلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِیْفًا

(سورة النساء 125)

ترجمہ:- جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- اور از روئے دین اس شخص سے کوئی اچھا بھی ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا ہے؟ اور وہ بھی نیکی کرنے والا ہے اور اس نے ابراہیم کے دین کی پیروی اختیار کی ہے۔

امانا علیہ السلام نے ترکِ محبتِ متاعِ دنیا کی ہی تعلیم پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی کہ مومن آخرت کے ثواب پر بھی نظر نہ رکھے۔ آپ نے طالبِ دنیا کی مثال مونث سے اور طالبِ عقبیٰ کی مثال نامرد سے اور طالبِ مولیٰ کی مثال مرد سے دی ہے اور ایک وقت آپ نے فرمایا:-

"ہرچہ خواہی از خدا خواہ اگر آب و نمک و ہیزم خواہی از خدا خواہ و رخصت انیست عزیزت آنست کہ گفته اند۔"

ترجمہ:- جو کچھ چاہتے ہو خدا سے چاہو۔ پانی، نمک، لکڑی بھی چاہتے ہو تو خدا ہی سے چاہو یہ رخصت ہے۔ عالیت تو وہی ہے جو بیان کرتے ہیں۔

ہشت جنت گر دہندت سر بسر ☆☆ تو مشوراضی از انہادر گزر

عالی ہمت باش دل با حق بہ بند ☆☆ تو ہمئے قافِ قربی رو بلند

ترجمہ:- اگر پوری آٹھ جنتیں بھی تجھ کو دے دی جائیں تو ان سے خوش نہ ہو جا۔ بلکہ طلبِ حق میں آگے بڑھ جا بلند ہمت رہ اللہ سے دل کو وابستہ رکھ۔ جب تک تو قافِ قربی کا ہمارے بلند اڑتا چلا جا۔

دوزخ کو خوف یا بہشت کا شوق اگر ہو تو عبادات و ریاضات کا تعلق پھر بھی ایک حیثیت سے غیر اللہ ہی سے متبعو پاتا ہے اس لئے دیدار کے سوائے کسی اور صلہ کی تمنا مومن کے خوف و شوق کا مرکز نہ بننا چاہیئے کیونکہ حصولِ دیدارِ خدا ہی عین جنت ہے۔

واعظ کمالِ ترک سے ملتی ہے یہ مراد ☆☆ دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

سوداگری نہیں یہ عبادتِ خدا کی ہے ☆☆ اے بے خبر جزاء کی تمنا بھی چھوڑ دے

مہدویت کا مرکز صرف خدائے تعالیٰ کی ذات ہے تعلیماتِ امانا علیہ السلام میں بلحاظ دین غیر اللہ کو مرکزیت اختیار کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔

گر بہ "اللہ الصمد" دل بستہ ☆☆ از حد اسباب بیروں جستہ

غرض ترکِ متاعِ حیاتِ دنیا کے یہی معنی ہیں کہ اس کی محبت اور خدا سے غفلت نہ ہو اور بس!!!

ترکِ دنیا

"ترکِ دنیا" کی پہلی مشق مہدی علیہ السلام کی توضیح کے لحاظ سے "حیاتِ دنیا" ہے۔ اس کے معنی آپ نے ترکِ ہستی و خودی بیان فرمائے ہیں۔ گویا ترکِ دنیا کی ظاہری صورت "ترکِ محبتِ متاعِ دنیا" ہے جس کا بیان ہو چکا۔
ترکِ دنیا کی باطنی صورت ترکِ ہستی و خودی ہے۔

نفی ہستی اک کرشمہ ہے دل آگاہ کا ☆☆ "لا" کے دریا میں نہاں موتی ہے "الا اللہ" کا (اقبال)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (سورة الكهف-110)

ترجمہ:- جس کو اپنے پروردگار کے دیدار کی تمنا ہو اس پر واجب ہے کہ عمل صالح (ترکِ شرک و خودی) اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ جانے۔

غور کرنا چاہیئے "عمل صالح" کو "لقاء رب" کا "سبب" قرار دیا گیا ہے۔ پس یہاں عمل صالح سے وہی مراد ہو سکتی ہے جو سببِ لقاء ثابت ہو سکے۔ وجودِ توحیدِ باری تعالیٰ کے اقرار و علم کی ابتداء بھی ترکِ شرک سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا بھی ترکِ شرک سے ہوتی ہے۔ شرکِ جلی سے تو ابتداء ہی میں پچنا آسان ہے اور یہ مومن شرعی ہے لیکن شرکِ خفی سے پچنا آسان نہیں۔ مومن حقیقی وہ ہے جو معرفتِ توحید میں ترقی پاتے ہوئے شرکِ خفی میں "شرکِ اسباب" بھی داخل ہے۔ اسباب پر سے نظر اٹھا کر صرف مسبب سے وابستہ ہو جانا مومن حقیقی کی شان

ہے۔ اور ایسا ہی مومن اللہ کے لقاء کی امید کر سکتا ہے۔ ترکِ شرک کا کمال یہ ہے کہ "ترکِ خودی" بھی ہو جائے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خاتمِ ولایت محمدیہ داعی الی البصیرۃ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے ذریعہ "عمل صالح" کے معنی "ترکِ دنیا" بیان فرمائے ہیں۔ اور ترکِ دنیا کے معنی "ترکِ ہستی و خودی" ہیں۔ اور یہ انتہائے کمالِ ترکِ شرک ہے اور "ترکِ شرک" سبب "لقاء رب" ہے کیونکہ "عمل صالح" کی تفسیر میں اللہ نے "وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا" فرمایا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ "ترکِ دنیا" سببِ لقاء ہے اس لئے امامنا علیہ السلام نے بحکم خدا

و بموجب آیت مذکورہ ہر مرد و عورت کے لئے فرض فرمایا ہے۔ اور اس کے لئے "صحبتِ صادقین" اور "ذکرِ خفی" کی تعلیم پر عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر کسی مومن کو حیاتِ طیبہ میسر نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے:- "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ نَفْسٍ وَهُوَ

مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً" (سورة النحل-97)

ترک دنیا

ترجمہ:- جس نے عمل صالح (ترکِ شرک و خودی) کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اور وہی مومن ہے پس ہم ضرور اس کی حیاتِ طیبہ (شرک سے پاک زندگی) عطا کریں گے۔

اور حیاتِ طیبہ یہی ہے جو حضرت رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا کہ:- **"مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا"**۔ یعنی تم مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ نیز فرمایا:-

"الدنيا نفسك فاذا افسحها فلا دنيا لك" یعنی دنیا تیرا نفس (خودی) ہے جب تو نے اس کو فنا کر دیا تو پھر

تیرے لئے دنیا نہیں ہے۔

اضطراری موت وہ ہے جو امراض و حوادث کے ذریعہ وقتِ مقررہ پر آتی ہے۔ اختیاری موت یہ ہے کہ اپنا ہر ارادہ اور ہر کام صرف اللہ ہی کے لئے ہو اور رضا و تسلیم کا مرتبہ حاصل کر لے۔ ایسے ہی مومن کی نسبت قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلرَّبِّ الْعَلِيِّنِ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ (سورۃ الانعام-162-163)

ترجمہ:- بے شک میری نماز، میری عبادتیں، میرا جینا، میرا مرنا سب کچھ صرف اللہ کے لئے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور میں پہلا مسلمان ہوں۔

حاصل کلام یہ کہ ترکِ خودی (جو انتہائے کمالِ ترکِ شرک ہے) کی وجہ **"اطلاقیّت"** حاصل ہوگی۔ اور خدا چاہے تو مشکوٰۃ و لایتِ محمدیہ کے ذریعہ دیدار نصیب ہوگا۔

اگرچہ بعض مفسرین نے **"عمل صالح"** سے نماز مراد لی ہے ان معنوں کے لحاظ سے بھی "نماز" معراج المؤمنین کا درجہ اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ کمالِ ترکِ شرک نصیب نہ ہو۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تعلیم احسان کے تحت فرمایا ہے کہ:-

"ان تعبد الله كانك تراه وان لم تكن تراه فانه يراك"

ترجمہ:- تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ خدا کو دیکھ رہا ہے اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو یہ سمجھ لے کہ خدا تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

چونکہ کمالِ ترکِ شرک ہی ترکِ خودی ہے اور اسی کو اصطلاحِ مہدویہ میں **"ترکِ دنیا"** کہتے ہیں اور یہی **"لقائے رب"** کا سبب ہے اس لئے فرض ہے۔

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرور ☆☆ ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر

ترک دنیا

طریقہ مہدویہ کے لحاظ سے یہاں ایک اور نوعیت کی توضیح ضروری ہے۔ جس طرح داخل اسلام ہونے اور ترکِ شرکِ جلی اختیار کرنے کے لئے صدقِ دل سے بطورِ اقرار باللسان کلمہ طیبہ کہنے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح داخل طالبانِ خدا ہونے اور "ترکِ خودی" یعنی ترکِ دنیا کے لئے صدقِ دل سے اقرار باللسان کی ضرورت ہے۔ جس طرح شرائطِ اقرار باللسان کی تکمیل کے بغیر کوئی شخص تعلیماتِ اسلام پر عمل کر لینے سے حکماً تارکِ الدنیا نہیں کہلایا جاسکتا۔ اور قبولِ اسلام کے بعد تصورِ اعتقاد و عمل کی صورت میں احکام جس طرح عاید ہوا کرتے ہیں اسی طرح اقرارِ "ترکِ دنیا" کے بعد بھی تصورِ اعتقاد و عمل کی صورت میں احکام عاید ہوتے ہیں۔

مسئلہ "ترکِ دنیا" کی اس مختصر توضیح سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کس قدر اعلیٰ و ارفع تعلیم ہے۔ اور یہ بھی محسوس کر سکتے ہیں کہ بعض مخالفین مثلاً "ہدیہ مہدویہ" وغیرہ نے "ترکِ دنیا" کو رہبانیت اور مسلماتِ اہل سنت کے مغائر اور کسب کو حرام سمجھ لیا ہے وہ صحیح نہیں۔ مذکورۃ الصدر توضیحی بحث کے بغیر بھی امامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ:-

"کسب و تجارت کی شریعت میں اجازت ہے۔ لیکن اجازت کی خصوصیت یہ ہے کہ کاسب و تاجر کی نیت یہ رہے کہ عبادت کر سکے اور احکام بجالانے اور ممنوعات سے بچنے کے لئے اس میں قوت و توانائی رہ سکے اور ڈرتا رہے کہ کہیں حرص و خیانت میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اگر کسب و تجارت میں یہ لحاظ نہ رہے اور دل میں تفاخر و تکاثر پیدا ہو جائے یا صرف کھانے اور کمانے میں منہمک ہو جائے (یہ تو بڑی بات ہے) اگرچہ کسب نہ بھی کرے اور دن رات

عبادت و تعلیم علم شریعت میں اور عزتِ خلق میں مشغول بھی رہے لیکن اس کی نیت ایسے کاموں سے صرف دنیا ہی ہو تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا۔"

اور روایت (116) ملاحظہ ہو کہ "حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو لوگ (فقراء) ہجرت کر کے خدا کی راہ میں آئے ہیں وہ امورِ معیشت میں سے جو کام بھی کرتے ہیں۔ پانی لانا، لکڑی پھوڑنا، آگ جلانا، کھانا، پکانا، اور کوئی چیز گردن پر رکھ کر لانا اور بیویوں بچوں سے دل بہلائی کرنا سب کچھ از روئے حکم کتاب اللہ تعالیٰ "عمل صالح" میں داخل ہے۔"

اس روایت سے ظاہر ہے کہ امورِ معیشت ضروریہ کو جب کہ وہ لہمی اغراض پر مبنی ہوں "عمل صالح" میں داخل قرار دیا گیا ہے۔ اور ناظرین اس سے قبل کی بحث ملاحظہ کر چکے ہیں کہ عمل صالح سے مراد "ترکِ دنیا" قرار دی گئی ہے۔ اب مطلب صاف ہو گیا کہ یہ ایسی "ترکِ دنیا" ہے جس میں امورِ معیشتِ ضروریہ ترک نہیں ہوتے لیکن بقول آیت قرآن :- "إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِالْحَبْطِ" (سورۃ

التوبة-111) ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں جنت (دیدار) کے بدلے خرید لی ہیں (طالبانِ مولیٰ محصور فی سبیل اللہ ہو جاتے ہیں۔

ان ارفع و اعلیٰ صاف و صریح بیانات کی روشنی میں مخالفین کے اعتراضات خود بخود رفع ہو رہے ہیں اور ثابت ہو رہا

ہے کہ یہ اعتراضات محض اسرارِ دین سے نابلد رہنے کا نتیجہ ہیں۔

در مسلماناں مجو آں ذوق و شوق ☆☆ آں یقیں آں رنگ و بو، آں زوق و شوق

عالماں از علم قرآں بے نیاز ☆☆ صوفیاں درندہ گرگ و مودراز

گرچہ اند خانقاہاں ہائے دہوست ☆☆ کوچہ نمرودے کہ صہباد کد دست

ہم مسلماناں افسرنگی مآب ☆☆ چشمہ کوثر بجویند از سراب

بے خبر از سردیں اندایں ہمہ ☆☆ اہل کیں انداہل کیں انداں ہمہ

اہل دیں رابازداں از اہل کیں ☆☆ ہمنشین حق بجو باؤ نشین

(اقبال)

حاصل یہ کی اما مناعلیہ السلام نے بحکم خدا، عشق و محبت کی ایسی زندگی کی تعلیم دی ہے جس کی مثال انبیاء کی زندگی اور خاص جلیل القدر صحابہؓ اور اصحاب صفہؓ و اولیائے کرام کی زندگی ہے۔ ان تعلیمات پر اور آپ کے تبعین نے بدرجہ کمال عمل کر کے دکھلایا اور قیامت تک بقدر ہمت و توفیق ایزدی آپ کے تبعین عمل کرتے پائے جائیں گے۔ **وذاک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔**

آنکہ جی لایموت آمد حق است ☆☆ زیستن با حق حیات مطلق است

(اقبال)